عالمی اور قومی نقطۂ نظر سے
عربی زبان کی اہمیّت

مقالہ نگار: ڈاکٹر ذوالفقار علی ملک

عربی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری زبان ہے۔ فصاحتِ الفاظ اور بلاغتِ تعبیر میں دنیا کی کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اہلِ جنت کی زبان عربی ہوگی۔ اگر اس زبان کی اہمیت کے دیگر اسباب نہ بھی ہوتے تو اوپر بیان کردہ وجوہات اتنی اہم تھیں کہ مسلمان اس کے ساتھ پیار کرتے اور اس کو پڑھنے اور سیکھنے پر اپنی توجہات مبذول کرتے۔ اس وقت میں ان جذباتی وجوہ کو چھوڑ کر ٹھوس علمی بنیادوں پر محاکمہ کرتے ہوئے عربی زبان کی اہلِ اسلام کے لئے بالعموم اور مسلمانانِ پاکستان کے لئے بالخصوص اہمیت کا تذکرہ کروں گا۔ ہو سکتا ہے کہ عربی زبان کے حق میں بلند ہونے والی یہ آواز دُور رس نتائج کی حامل ہو اور ہمارے اربابِ بست و کشاد اس زبان کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اسے پاکستان کے تعلیمی نظام میں مناسب مقام دلوانے میں کامیاب ہو جائیں۔

عربی دنیا کی اہم اور قدیم ترین زبانوں میں سے ہے۔ اس وقت دنیا کے دو سو ملین (۲۰۰,۰۰۰,۰۰۰) سے زیادہ لوگ اسے بولتے ہیں۔ یہ زبان بائیس ملکوں کی سرکاری زبان ہے اور انگریزی اور ہسپانوی کے بعد سب سے بڑی زبان قرار دی جاتی ہے۔ شرق شناسانِ غرب اس حقیقت کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ عربی سامی زبانوں میں سے سب سے زیادہ قدیم ہے اور اگر یہ ان زبانوں کی ماں نہیں تو بڑی بہن ہونے کی حیثیت سے ماں کے قریب تر ہے، لیکن وہ یہ تسلیم کرنے سے گریزاں رہے ہیں کہ عربی تمام السنۂ عالم کی اصل اور منبع ہے۔ لیکن حال ہی میں اس موضوع پر کام کرنے والوں نے دلائل و براہین کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کی قدیم ترین زبان عربی ہے اور وہ سب زبانوں کی اصل اور بنیاد ہے۔ مجھے حال ہی میں "Arabic... the source of all languages"

———— نامی کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے' جس میں طول طویل مباحث کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ عربی ہی دنیا کی قدیم ترین زبان ہے اور انگریزی' فرانسیسی' جرمن' لاطینی' ہسپانوی' فارسی اور سنسکرت وغیرہ نے اسی زبان سے جنم لیا ہے۔ تاہم اس موضوع پر ابھی مزید کام کرنے کی گنجائش ہے اور علمُ الالسنہ (Linguistics) کے ماہرین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس تحقیق کو مزید آگے بڑھائیں' تاکہ بغیر کسی شک وشبہ کے عربی کو تمام اقوام عالم کی اصل قرار دیا جاسکے۔

عربی زبان بعثتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پہلے جزیرۃ العرب اور یمن کی عظیم و قدیم زبان کی حیثیت سے اپنی فصیح ترین اور ترقی یافتہ شکل میں موجود تھی۔ اس فصاحتِ لسانی کی بہترین نمائندگی عصرِ جاہلی کی شاعری کرتی ہے۔ امرؤ القیس' زُھیر بن ابی سُلمیٰ' لبید بن ربیعہ' عَمرو بن کلثوم اور دیگر جاہلی شعراء کے معلّقات کو گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں ہر زمان و مکان کے عربی دان اہلِ دین و ادب نے درجۂ اول کا کلام قرار دیا ہے۔ آمدِ اسلام کے بعد عربی یمن و حجاز وغیرہ سے نکل کر ایشیا' افریقہ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں نہ صرف علمی و دینی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی' بلکہ لاکھوں مربّع میل پر مشتمل ممالک میں قومی و سرکاری زبان کی حیثیت سے بھی غالب آ گئی۔ اس سلسلے میں مصر و اندلس کے نام بطور مثال کفایت کرتے ہیں۔ عصرِ نبویؐ و خلفاءِ راشدینؓ سے عصرِ اموی و عبّاسی تک تقریباً سات سو سالہ دور عربی زبان کے بے پناہ فروغ اور غلبہ کا دور ہے' جس میں عربی دینی حیثیت کے علاوہ دنیا کی اہم ترین علمی' بین الاقوامی اور سرکاری زبان کی حیثیت سے بیک وقت افریقہ اور یورپ میں رائج و فروغ پذیر رہی اور علوم و فنون کا عظیم الشان ذخیرہ جمع و تدوین' تصنیف و تالیف اور ترجمہ و تحقیق کے ذریعے عربی زبان میں تحریر کردہ لاکھوں کتابوں کی صورت میں معرضِ وجود میں آیا۔

۶۵۶ھ میں سقوطِ بغداد کے بعد عربی صدیوں تک دنیاوی مقام کے لحاظ سے زوال پذیر رہی' مگر علومِ دینیہ کی زبان ہونے کی بنا پر عربی دان ممالک کے علاوہ بھی پورے عالمِ اسلام میں بنیادی اہمیت کی حامل رہی اور اسی دورِ زوال میں افریقہ و اندلس' فارس و تُرکستان' بَرِّصغیر و جنوب مشرقی ایشیا اور دیگر مسلم علاقوں میں درس و تدریس' علوم و فنون اور رابطۂ عالمِ اسلامی کی زبان کی حیثیت سے فروغ پذیر رہی' حتیٰ کہ انیسویں اور بیسویں

صدی عیسوی میں عرب ممالک میں عربی زبان و ادب کے احیاء کی تحریک نے فروغ پایا اور وہ ارتقائی مراحل طے کرتی ہوئی بیسویں صدی کے رُبع آخر تک آن پہنچی۔ عصرِ جدید میں عربی زبان کی وسعت و اہمیت کے دلائل و مشاہدات بڑے واضح ہیں اور دینی حیثیت کے ساتھ ساتھ علمی و ادبی، سرکاری و قومی اور بین الاقوامی حیثیت سے بھی عربی صفِ اوّل کی زبان شمار ہونے لگی ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد میں ان مختلف نکات اور پہلوؤں کا تذکرہ کروں گا جن کی بنا پر اس زبان اور اس میں موجود ادب کے ساتھ محبت کرنا اور اس کی تحصیل و تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہے۔ ان نکات و وجوہ کی روشنی میں عربی زبان کا صحیح مقام متعین کرنے کے سلسلے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

عربی زبان کی اہمیت کے اسباب میں سے سب سے اہم سبب یہ ہے کہ یہ مسلمانانِ عالم کی دینی زبان ہے۔ قرآن مجید جو ہر زمان و مکان میں اسلام کا مرکز و محور اور اساسِ اوّل ہے، عربی زبان میں ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم کے ذخائر اسی زبان میں محفوظ ہیں۔ عربی زبان میں محفوظ ان کتابوں کو سمجھے بغیر ہم اسلامی تعلیمات سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہو سکتے۔ فقہِ اسلامی کا گزشتہ چودہ سو سال کا تمام ذخیرہ بنیادی طور پر عربی میں ہے۔ فقہِ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، زیدی، جعفری اور دیگر فکری مذاہب و آراء عربی زبان میں تحریر شدہ کتب کی صورت میں مدوّن و محفوظ ہیں۔ عصرِ جدید میں ان مذاہب و آراء کی تقلید نیز سلسلۂ اجتہاد کو آگے بڑھانے کے لئے ناگزیر ہے کہ اہلِ تخصص بالخصوص اور تمام تعلیم یافتہ مسلمان بالعموم اپنی اپنی ضروریات و حالات کے مطابق عربی میں موجود عظیم فقہی سرمایہ سے براہ راست استفادہ کر سکیں۔ دورِ جدید میں سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، قانونی اور دیگر تمام شعبہ ہائے حیات کی قرآن و سنت کی بنا پر تشکیلِ نو اور عصرِ حاضر کے گوناگوں مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے بحث و تحقیق کی خاطر فقہِ اسلامی سے واقفیت ایک بنیادی ضرورت ہے۔ عربی زبان کی دینی اہمیت کے بارے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے عظیم فقیہ کا قول ہے: **"تَعَلَّمُوا الْعَرَبِيَّةَ فَإِنَّهَا مِنْ دِيْنِكُمْ"**۔

اگر ہم علومِ اسلامیہ خصوصاً فقہ میں مجتہدانہ بصیرت حاصل کرنے کے خواہاں ہیں، تو

ہمارے لئے عربی سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ علامہ ابنِ خلدون نے اپنی کتاب "مقدّمہ" میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مَعْرِفَتُهَا ضَرُوْرِيَّةٌ عَلٰى اَہْلِ الشَّرِيْعَةِ"۔

عربی زبان مسلم ثقافت کی نمائندہ زبان بھی ہے' جو قدم قدم پر انفرادی و اجتماعی زندگی میں اپنا وجود منواتی ہے۔ مسلمان بچوں کے کانوں میں پیدا ہوتے ہی اذان و اقامت کہی جاتی ہے۔ پھر دنیا بھر میں بالعموم اس کا کوئی عربی نام رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں لاکھوں عربی الفاظ ناموں کی صورت میں دنیا بھر میں معروف و مروّج ہیں۔ پھر وقتاً فوقتاً بچہّ لاشعوری طور پر السلام علیکم' بسم اللہ' الحمدللہ' اللہ اکبر' جزاک اللہ' ماشاء اللہ' ان شاء اللہ' انا للہ وانا الیہ راجعون وغیرہ کلمات سنتا ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ عربی میں اذان کی آواز سنتا ہے۔ کچھ بڑا ہونے پر عربی میں کلمۂ طیبّہ' پھر نماز سیکھتا ہے اور دن میں پانچ مرتبہ عربی میں ادا کرتا ہے۔ قرآن مجید کے ذریعہ عربی زبان اور رسم الخط سے مانوس و واقف ہوتا ہے۔ پھر نماز جمعہ و عیدین سے نکاح و جنازے تک مختلف اوقات اور مراحل میں اُسے عربی سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ہر اجتماع کا آغاز عربی میں تلاوتِ قرآن پاک سے کرنا عالمِ اسلام کا معمول اور ثقافتی مظہر ہے۔ اس طرح بلا امتیاز علاقہ و زبان دنیا بھر میں ہر جگہ عربی زبان مہد سے لے کر لحد تک ہر مسلمان کے ہمراہ جاتی ہے اور اس کے لئے شعوری و لاشعوری طور پر عربی سے واقفیت ناگزیر بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مسلمان فصیح عربی زبان سیکھنے اور بولنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ حج جیسے اجتماعات عربی کی معاشرتی و ثقافتی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہیں۔ آج بھی حج کے موقع پر جب دنیا بھر سے ہزاروں مختلف زبانیں بولنے والے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں' تو ایک دوسرے کی زبانوں سے ناواقفیت کے باوجود عربی کے مشترکہ سرمایۂ الفاظ میں اشاروں کی زبان ملا کر ایک دوسرے کو اپنی بات سمجھاتے ہیں اور عربی زبان سے ادھوری واقفیت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔ تاہم مسلمانوں میں رائج ان مشترکہ الفاظ و اسماء کی تعداد بھی ہزاروں میں ہے۔

سیرت اور اسلامی تاریخ کی تمام بنیادی کتابیں بھی عربی زبان میں ہیں' جن سے سیرت النبی ؐ، سیرتِ صحابہؓ، سیرتِ تابعینؒ، سیرتِ تبع تابعینؒ، اور ان کے بعد کے ادوار کے علماء و

صلحائے امت اور ائمۂ ہدایت کی سیرت معلوم ہوتی ہے۔ سیرت لٹریچر سے استفادہ اور ان اعلیٰ نمونوں پر امتِ مسلمہ کی تربیت کے لئے لازم ہے کہ ان عربی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ نیز عربی میں موجود سیرت و تاریخ کی کتابوں سے عہدِ نبویؐ اور عہدِ خلافتِ راشدہ کے بارے میں تفصیلات ملتی ہیں، جو شرعی اہمیت کی حامل ہیں۔ عہدِ بنی امیّہ اور عہدِ بنی عبّاس کی تمام تر شرعی و عمومی تفصیلات بھی عربی کتبِ تاریخ میں ہیں۔ مزید برآں زوالِ بغداد کے بعد کی صدیوں کی تاریخِ امّت بھی بطورِ مجموعی عربی کتب کی صورت میں محفوظ و مدّون ہے، جن سے ایشیا، افریقہ اور یورپ تین برّاعظموں میں پھیلی ہوئی مسلمان قوم کی دینی و سیاسی تاریخ معلوم ہو سکتی ہے۔ ان کتابوں سے استفادہ کے لئے عربی زبان پڑھنا لازمی ہے۔

قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ اور علومِ دینیہ کے علاوہ مسلمانوں کا عام علوم و فنون کا صدیوں کا عظیم الشان ذخیرہ بھی عربی زبان میں ہے اور دینی ضروریات کے علاوہ خالص علمی نقطۂ نظر سے بھی ضروری ہے کہ عربی میں تحریر شدہ ان گوناگوں علوم و فنون سے استفادہ کر کے عظیم مسلم علماء و محققین کی طِب، منطق، نجوم، طبیعیات، کیمیا، نباتات، حیوانیات، جغرافیہ، علم الافلاک، حساب اور دیگر شعبہ ہائے حیات میں عظیم خدمات سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو سکے، ان علوم سے استفادہ کر کے انسانیت کی تعمیر و ترقی کے لئے استعمال کیا جائے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ عبّاسی دور کے اختتام تک نہ صرف عالَمِ عرب بلکہ ہند و یونان، روم و فارس اور دیگر علاقوں کے علوم ترجموں کے وسیع انتظام کے ذریعے عربی میں منتقل کئے جا چکے تھے۔ اس طرح عربی اُن غیر عرب اقوام و ممالک کے علوم کی بھی حامل ہے۔ آج بھی مختلف علوم و فنون کے ہزاروں لاکھوں عربی مخطوطات دنیا بھر کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ ان کو از سرِنو تحقیق و تدوین کے بعد مطبوعہ شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرنا عالَمِ اسلام کا علمی فریضہ اور مشترکہ ذمّہ داری ہے اور اس کے لئے سائنس اور آرٹس کے ہر مضمون کے طلبہ کے لئے عربی سیکھنا لازمی ہے۔

تاریخِ سائنس پر اب تک جو کام ہوا ہے، وہ یورپ والوں نے کیا ہے۔ وہ ہمارے اکابر کی علمی ثروت کا احتساب و جائزہ لیتے وقت انصاف پسندی سے کام نہیں لیتے۔ یہ

بات اب ثابت ہو چکی ہے کہ طب طبیعیات اور کیمیا میں مسلمانوں کی بہت سی ایجادات و اکتشافات کو انہوں نے احیائے علوم کے یورپین سائنس دانوں کے نام منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے یہ معلومات عربی کتابوں کے لاطینی تراجم سے حاصل کی تھیں۔ مثلاً دورانِ خون کا تصوّر سب سے پہلے مسلمان طبیب ابن نفیس نے دیا لیکن اس کا انتساب ولیم ہاروے کے ساتھ کیا گیا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے سائنس دان عربی زبان میں اصل کتابوں سے مستفید ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ہمارے عربی جاننے والے سائنس سے واقف نہیں۔ ان حالات میں ایسے علماء کی ضرورت بڑی شدّت سے محسوس کی جا رہی ہے جو بیک وقت دونوں علوم کے ماہر ہوں۔

عالمِ اسلام کی جُملہ زبانوں مثلاً فارسی' ترکی' اردو' سواحلی اور ملائی کے مطالعے کے لئے بھی عربی زبان بہت اہمیت رکھتی ہے۔ عربی کے علم کے بغیر ان زبانوں کے بہت سے محاورات' تراکیب' استعارات اور تشبیہات کی وضاحت نہیں کی جا سکتی' کیونکہ ان زبانوں کے کثیر الفاظ عربی اصل سے ماخوذ ہیں۔ ان کا رسم الخط عربی رسم الخط سے مُستنبط ہے اور ان زبانوں کے ادب پر عربی ادب کی گہری چھاپ ہے۔ پروفیسر ای۔ جی براؤن فارسی ادب پر عربی زبان کے گہرے اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"I began my oriental studies with Turkish & was soon driven to Persian, since from Persian the Turks borrowed their culture and Literary form. Soon I found that without a knowledge of the Arabic language and literature and of the Arabian civilization and culture, one could never hope to be more than a smatterer in Persian".

پروفیسر براؤن نے جس حقیقت کی نشاندہی کی ہے' ایرانی اس سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانی مدارس میں عربی ایک لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔

عالمِ اسلام کی جُملہ زبانوں میں سے صرف عربی میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ وہ عالمِ اسلام کی ایک بین الاقوامی زبان کا کام دے سکے۔ کیونکہ اس زبان کے سمجھنے اور پڑھنے والے تمام اسلامی ممالک میں موجود ہیں۔ ہر مسلمان تھوڑی بہت عربی ضرور سمجھتا ہے۔ اسے کچھ عربی الفاظ بھی آتے ہیں اور وہ ان کے معانی سے بھی آشنا ہوتا ہے۔ وہ کون سا

مسلمان ہوگا جسے چند آیاتِ قرآنیہ زبانی یاد نہ ہوں اور چند عربی دعائیں نہ آتی ہوں۔ آج کل مسلمان ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی کوشش کر رہے ہیں ISESCO اور اس طرح کے دوسرے اداروں کا Organization of Islamic Unity قیام اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک کے درمیان لسانی اتحاد بھی ہو۔ یہ خدمت انجام دینے کی صلاحیت صرف عربی زبان میں پائی جاتی ہے۔

اب تک میں نے اپنے آپ کو عربی زبان کی اہمیت کے ان اسباب تک محدود رکھا تھا جن کا امّتِ اسلامیہ کے ساتھ براہِ راست تعلق ہے، لیکن اس زبان کی اہمیت کے کچھ پہلو ایسے بھی ہیں جن کا مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ ذیل میں ان کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

جیسا کہ ابتداء میں بیان کیا جا چکا ہے کہ عربی زبان سامی زبانوں کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور یہ قدیم ترین سامی زبان ہے۔ چونکہ عرب ایک دور دراز علاقے میں جو ہر طرح کی آویزشوں سے محفوظ رہا، رہائش پذیر تھے، اس لئے ان کی زبان اصلی حالت پر باقی رہی اور دیگر سامی زبانوں کی طرح اس میں نہ تو تبدیلیاں آئیں اور نہ ہی غیر اقوام کے محاورے اور الفاظ داخل ہوئے۔ بنابریں سامی زبانوں میں سے عربی اپنی اصل حالت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے سامی لسانیات کے مطالعہ کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ مختلف سامی زبانوں کے غامض اور غیر معروف الفاظ کی تشریح و توضیح کے لئے دورِ حاضر میں اکثر عربی زبان کا استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

بعینہٖ بائبل اور دیگر قدیم کتبِ سماوی کے مطالعہ یعنی "Biblical Studies" کے لئے عربی زبان بہت اہمیت رکھتی ہے۔ انیسویں صدی کے ابتدا ہی سے عبرانی زبان کے مشکل و غامض الفاظ کی تشریح و توضیح کے لئے عربی زبان سے مدد لی جا رہی ہے۔ بہت سے ایسے الفاظ و محاورات جن کے معانی و مفاہیم یہودی ادب سے متعین نہیں ہو سکتے، عربی زبان کی مدد سے بہت آسانی سے حل ہو جاتے ہیں۔ پروفیسر الفرڈ گیوم اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Indeed, no serious student of the old testaments can afford to dispense with a first hand knowledge

of Arabic. The pages of any serious critical commentary on old testament will illustrate the debt that biblical exegesis owes to Arabs".

بائبل کی غامض آیات کی تشریح میں عربی زبان سے مدد لینے کا سلسلہ ۱۸ویں صدی ہی سے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ ڈچ مستشرق Albert Schultens نے اپنی کتاب "The Use of Arabic in the interpretation of scripture" میں بائبل کی تفسیر میں عربی سے مدد لینے کے اصول و ضوابط بیان کئے ہیں۔ عرب علماء نے بائبل کے مفسرین پر گہرا اثر ڈالا' چنانچہ انگلستان میں Edward Pocoke اور رابرٹسن سمتھ نے اور جرمنی میں جولیس ولہازن نے بائبل کی تفاسیر عربی زبان کی مدد سے کیں۔

عربی زبان میں اسلامی حکومت کی عیسائی رعایا کے احوال و کوائف' اُن کے گرجوں اور اُن کی عبادت گاہوں کے بارے میں بھی بہت سی کتب تالیف کی گئیں۔ دسویں صدی میں سعید البطریق نے "نظم الجوہر" کے نام سے ایک کتاب لکھی اور گیارہویں صدی میں الیاس بارننعہ نے عربی اور سریانی میں عیسائیوں کے لئے کتابیں لکھیں۔ یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں اور اُن سے اس دور کی عیسائی رعایا کی تہذیبی و تمدّنی اور ثقافتی حالت کا علم ہوتا ہے۔

عیسائیوں نے عربی کو ایک علمی و ثقافتی زبان کی حیثیت سے اپنا لیا تھا اور وہ عربی سیکھنے میں اپنی دینی کتابوں کے مطالعہ کی نسبت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ چنانچہ قرطبہ کے بشپ الوارو نے ایک دفعہ اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا تھا:

"My fellow christians delight in the poems of romance of the Arabs; They study the works of Muhammadan Theologians and philosophers, not in order to refute them, but to acquire a correct and elegant style, where can today a layman be found who reads the Latin commentary on Holy Gospel. Alas! the Christians who are most conspicious for their talent have no knowledge of any literature or language save Arabic".

دورِ حاضر میں بھی عیسائی' عربی زبان کے ساتھ اسی طرح لگاؤ کا اظہار کر رہے ہیں جس طرح قرونِ وسطٰی میں کرتے تھے' چنانچہ مشرق قریب کے جملہ عیسائی اپنی بائبل مطالعہ عربی میں کرتے ہیں۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آرامی کا ایک dialect

بولتے تھے جو عربی سے بہت ملتا جلتا تھا۔

عربی زبان کی اہمیت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں یونانی اور دیگر اقوام کی کتابوں کے جو عربی تراجم کئے گئے' وہ موجود ہیں اور ان میں سے بہت سے زیورِ طبع سے آراستہ بھی ہو چکے ہیں۔ یونانی مؤلفین کی بہت سی اصل کتابیں اصل یونانی میں نابود و نادر الوجود ہو چکی ہیں لیکن ان تراجم کی بدولت متعدّد یونانی کتب کو دوبارہ زندہ کیا گیا ہے۔

مشہور برطانوی مستشرق سائمن اوکلے نے عربی زبان کی اہمیت کا ایک اور نقطۂ نظر سے تذکرہ کیا ہے۔ اس کے خیال میں یونانی کتابوں کے عربی تراجم ان کتابوں کے یونانی مخطوطات کے الفاظ و متون کی تصحیح و تحقیق کے بارے میں بہت ممدّ و معاون ثابت ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ تراجم ان میں سے قدیم ترین مخطوطات سے بھی پہلے لئے گئے ہیں' لہٰذا متن متعیّن کرتے وقت ان عربی تراجم سے استفادہ یقیناً مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ القفطی کی "تاریخ الحکماء" میں ۴۱۴ یونانی' شامی اور مسلمان حکماء' اطبّاء اور ماہرین ہیئتِ افلاک کے حالات موجود ہیں۔ یہ کتاب علامِ یونان کے بارے میں معلومات کا ایک ایسا خزینہ ہے جو اصل یونانی زبان میں مفقود الخبر ہو چکا ہے۔ اسی طرح محمد بن اسحٰق الندیم البغدادی نے اپنی کتاب "الفہرست" کی ساتویں جلد میں Thales سے لے کر Plutarch تک یونانی فلاسفہ و حکماء کے اسماء اور ان کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ معلومات یونانی کتب کے تراجم کے ذریعے عربوں تک پہنچی تھیں۔

تاریخ اقوامِ عالم کے مطالعے کے لئے بھی عربی زبان کا سیکھنا بے حد مفید ہے۔ تاریخ' عربی ادب کا ایک اہم شعبہ ہے اور عربی زبان میں تاریخ پر اتنی کثیر تعداد میں کتابیں تالیف کی گئیں کہ دنیا کی کوئی دوسری زبان ان میں عربی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عربی زبان میں تاریخ پر کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب Wustenfeld نے اسلام کے ابتدائی ایک ہزار سال کے مؤرخین کا ایک جائزہ پیش کیا تو اس نے ۵۹۰ اسماء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اکثر مؤرخین نے تاریخِ عمومی (Universal History) پر متعدّد مجلّدات پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کتابوں کی ابتداء عام طور پر ابتدائے آفرینش سے کی جاتی تھی اور ان میں مسلمانوں سے پہلے گزری ہوئی اقوام اور مسلمانوں کی ہم عصر غیر مسلم اقوام کی تاریخ کے بارے میں بھی

بہت اہم معلومات پائی جاتی ہیں۔ ہم مثال کے طور پر البیرونی کی کتاب "تاریخ الہند" کا ذکر کر سکتے ہیں جس میں اُس دور کے ہندوستان کے مذاہب، فلسفہ، ادب، تاریخ، ہیئت، عادات و خصائل اور معاشرتی و فلاحی اداروں کا ذکر موجود ہے۔

متعدد روسی مستشرقین نے عربی زبان کی ادبی و تاریخی کتب کی مدد سے اسلامی سلطنت کی شمالی حدود پر مقیم قدیم اقوام کے بارے میں بہت دلچسپ حقائق کا انکشاف کیا ہے۔ مشہور جرمن مستشرق Leopold Yon Ranke کا قول ہے:

"Arabic is the most important of all languages of the world for purpose of Universal History".

پروفیسر Robert Flint اپنی کتاب "Philosophy of History" میں لکھتے ہیں:

"The histories of Muhammadan countries in the Middle Ages have been as fully recorded by Muhammadan annalists as those of various regions of Christiandom".

تاریخ سائنس کے مطالعہ کے لئے بھی عربی زبان کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ تمام پڑھے لکھے لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں سائنس کی مختلف فروع میں بہت مفید اور اہم اضافے کئے۔ انہوں نے اپنے سے قبل کی متمدن اقوام کے علوم کو سیکھا۔ ابتدائی دور میں ان کی حقیقت محض شاگردوں کی تھی۔ انہوں نے غیر اقوام کی کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ ترجمہ کے بعد انہوں نے مختلف علوم و فنون پر پورا پورا کمال حاصل کر لیا۔ اس کے بعد ذاتی ریسرچ شروع کی اور تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ وہ علوم میں اپنے استادوں پر بازی لے گئے۔ علوم کی تاریخ میں الکندی، الفارابی، الرّازی، الغزالی، جابر بن حیان، ابن الھیثم، ابن سینا، زاہراوی اور البیرونی ایسے سینکڑوں فاضلانِ روزگار کا نام سنہری حروف میں ثبت رہے گا۔ جب مسلمان طبّ، کیمیا، ریاضیات، فلسفہ اور دیگر علوم کا مطالعہ کر رہے تھے، یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے مشعلِ علم ہاتھ میں لے کر ظلمت کدۂ یورپ کو بھی منور کیا۔ مسلمانوں کے اس احسان کو یورپ کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ یورپ میں احیائے علوم کی تحریک (The Renaissance) مسلمانوں کے اثرات کے تحت شروع ہوئی اور مسلمانوں کی کتابیں ایک مدتِ دراز تک درسی کتابوں کے طور پر یورپ میں پڑھائی جاتی

رہیں اور اُن کو یورپ کی مختلف زبانوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ دورِ حاضر میں یورپ نے سائنس میں جو ترقی کی ہے' اس کی بنیاد ان علوم پر ہے جو مسلمانوں نے یورپ کے سپرد کئے تھے۔ مسلمانوں کی یہ جملہ کتابیں عربی زبان میں ہیں اور سائنس کی تاریخ کے مرتّبین کے لئے ان کا مطالعہ لازمی ہے۔

اٹھارویں صدی کے مشہور انگریز ادیب Samuel Johnson کو جب برطانوی حکومت نے ان کی علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر پنشن سے نوازا' تو انہوں نے بلا اختیار کہا: "کاش ایسا آج سے ۲۰ برس پہلے ہوا ہوتا اور میں استنبول جاکر Pocoke کی طرح عربی زبان پڑھتا"۔

اسی طرح ایک دوسرے برطانوی عالم جان بک مین جس نے ایجادات و اکتشافات پر ایک کتاب لکھی ہے' عربی زبان کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"Had I twenty years to live and could hope for as abundant supply of Arabic work, I would gladly learn Arabic".

اس سے سائنسی اور انسانی ذہن کے ارتقاء کی تاریخ کے مطالعہ کے لئے عربی کی اہمیت کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کے نقطۂ نظر سے عربی خاص طور پر اہمیت کی حامل ہے۔ ہمارے عرب ممالک کے ساتھ خصوصی تعلقات ہیں اور ان تعلقات کو مزید مضبوط بنانے میں عربی بہت ممدّ و معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اس وقت ہم ایک غیر زبان یعنی انگریزی کی وساطت سے افہام و تفہیم کا سلسلہ طے کر رہے ہیں۔ اگر ہم انگریزی کی جگہ اپنی زبان عربی کو استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیں تو پاک عرب تعلقات کے سلسلے میں ایک نیا دور شروع ہو سکتا ہے' جس کی خصوصیات اخوّت' یگانگت' تعاون اور محبت و مودّت ہوں گی۔

عربی چونکہ بہت سے ممالک کی سرکاری زبان ہے' اس لئے سیاسی طور پر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے U.N.O نے اس کو اپنی منظور شدہ زبانوں کی فہرست میں شامل کر لیا ہے۔ ہماری فارن سروس کے اراکین کے لئے اس زبان کا سیکھنا لازمی ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ عرب ممالک میں اپنا کام ٹھیک طریقے سے انجام نہیں دے سکتے۔

(باقی صفحہ ۶۰ پر)